مرثیہ ۲

قید خانہ میں سکینہؑ کو جو لائی تقدیر   رو رو کے کہنے لگی ہے مرے بابا شبیرؑ
کیوں نہیں لیتے خبر آج ہوئی ہوں اسیر   آؤ اب میری تمہاری ہے ملاقات اخیر ؎
نصف شب تک بھی یہاں جینا ہی دشوار
دیکھو اب آن کے بس آخری دیدار مرا

مجھ کو ڈر لگتا ہے اس گھر میں لگا لو چھاتی   اور تاریکیٔ زنداں سے میں ہوں گھبراتی
تن سے ننھی سی مری جان ہے نکلی جاتی   رو رو چلاتی ہوں لیکن نہیں تم کو پاتی
فرش ہے بیٹھنے کو سر پہ نہ کچھ سایا ہے
واہ کس گھر میں سکینہؑ کو اتروایا ہے

نیند آنکھیں کئے گودی میں پھوپی کی ہوں کبھی   دیکھو کیا کوٹھری بدتر ہے بلی گود ابھی
خاک پہ بیٹھی ہوئی روتی ہیں اماں بھی مری   منہ سے پلو بھی نہیں آ کے چھڑاتا کوئی
چین سے اپنے مکانوں میں تو سب سوتے ہیں
یاد آتا ہے جو گھر قید میں ہم روتے ہیں

ہاتھ اب ملتی ہوں سر ہاتھ نہیں آتے تم   جان جاتی ہے مری اور نہیں آ جاتے تم
کیا خطا میری جو تشریف نہیں لاتے تم   قیدیوں کو بھی نہیں قید سے چھڑواتے تم
کس سے ہم دکھ کہیں بستی ہے ستمگاروں کی
...

کونسا گھر ہے کہ جلتا نہیں جس گھر میں چراغ   یاں تو روشن ہیں اسیروں کے فقط دل کے داغ
ڈھونڈا کتنا پہ تمہارا کہیں پایا نہ سراغ   لے گئے مجھ کو نہ دکھلانے کو فردوس کا باغ
وقت رخصت میں اگر آپ کو پاتی بابا
انگلی پکڑے ہوئے ہمراہ میں آتی بابا ؎

باپ کے غم میں کئے یہ جو سکینہؑ نے بیاں   لے کے پھر گود میں بہلانے لگے خرد و کلاں
صدقے ہوتی تھی کوئی اور کوئی اس پہ قرباں   رو رو کہتی تھی جو وہ ہائے مرے بابا جاں
غم سے سینہ میں مری جان سنبھلنے کی نہیں
تم نہ آئے تو کسی طور بہلنے کی نہیں

کہتی تھی بانوؑ سے رو رو کے کہاں ہیں بابا   پاس اُن کے مجھے بھجوا دو جہاں ہیں بابا
میرے آرام ہیں بابا مری جاں ہیں بابا   کیوں مری آنکھوں سے اس وقت نہاں ہیں بابا
کیوں سکینہؑ سے جدا ہونے کی تدبیر ہوئی ؎
کیا گنہ مجھ سے ہوا کونسی تقصیر ہوئی ؎

منہ کو آتا ہے جلا غم سے کلیجہ میرا   میری آنکھوں کے تلے پھرتا ہے اُن کا نقشا
ماجرا مجھ سے تو اماں کہو تم ہیں خفا   کس لئے ہو گئے بابا مری صورت سے خفا
کچھ کیا شکوہ نہ تھا تشنہ دہانی کے سوا ؎
میں نے کچھ مانگا نہ تھا بابا سے پانی کے سوا ؎

بانو بہلانے لگی اس کو یہ کہہ کے سخن　　آتے ہوں گے کوئی دم میں شہِ تشنہ دہن
پانی لائیں گے لیے ساتھ جو ہیں گے بے شمن　　کس لیے کرتی ہو رو رو کے فغان و شیون

صدقے ماں ہو گئی بابا ترے آتے ہیں جب تک
ہو رہی آ کے مری گودی میں تم سو جا تب تک

بانو گودی میں لٹا کر لگی دینے لوری　　اور تھپک کر لگی کہنے وہ نصیبوں پھوٹی
سو مری لاڈلی ہو جا مری تشنہ دہن بچی　　سو مری تشنہ جگر سو مری بھولی بھالی

سو رہ اے فرقتِ شبیرؑ میں رونے والی
سو مرے شاہ کی آغوش کی سونے والی

تھی جو جاگی ہوئی وہ بچی کئی راتوں کی　　سو گئی خواب میں بابا کی نظر شکل پڑی
دیکھتے ہی وہ اسے خواب میں تڑپ کر گری　　شہ نے گودی میں اٹھایا تو یہی کہنے لگی

چھپ گئے تھے میرے بابا آپ کو کیونکر پایا
ڈھونڈتی تھی میں پدر جان بھی تم کو بابا

خوب پانی پلایا ظالم نے [illegible]　　مجھ پہ کیا کیا ہوا اے عمو جی [illegible]
شاہ نے چوم کے بیٹی [illegible]　　کہا اے جان مری تجھ پہ بابا صدقے

جو ستم مجھ پہ ہوا کیا اسے تقریر کروں
کیا تجھ سے گلہ کروں

ایسی کچھ بن گئی مجھ پر کہ نہ آیا تجھ پاس　　اب جدا تجھ سے نہیں ہوں گا تو ہو نہ اداس
دیکھ منہ باپ کا وہ کہنے لگی با صد یاس　　آپ کے کپڑوں سے آتی ہے مجھے خون کی باس

خوں سے پیشانی کے بھر جانے کا باعث کیا ہے
سرخ خط حلق پہ بابا ترے یہ کیسا ہے

پٹی کیوں باندھی گلے پر ہے مرے بابا جان　　زلفیں اور کیوں بھرے ہوئے خون میں کیوں کر غلطاں
لعل لب زخمی ہیں پر خون ہیں سب کے دنداں　　کہیں تیروں کے نشاں ہیں کہیں خنجر کا نشاں

خون میں تر ہیں سراپا بہ قدم کس نے کیا
کون بے رحم تھا ایسا یہ ستم جس نے کیا

مرثیہ ۲۱

قید خانہ میں تلاطم ہے کہ ہنسا آتی ہے　　دخترِ فاطمہؑ غیرت سے موئی جاتی ہے
روح قالب میں وہ زنداں میں گھبراتی ہے　　بے حواسی سے ہر اک بار وہ چلاتی ہے

آسماں دور زمیں سخت کدھر جاؤں میں
بی بیو مل کے دعا مانگو کہ مر جاؤں میں

کیا کروں کیا نہ کروں جلد بتاؤ لوگو　　صدقہ اکبرؑ کا حرارت سے بچاؤ لوگو
اوڑھ سر کھلے ہو کھڑے مجھ کو چھپاؤ لوگو　　یا کسی گوشہ میں لیجا کے بٹھاؤ لوگو

سر کھلے ہوں کسی حجرے میں مجھے بند کرو
ہنسا آتی ہے مجھے خاک کا پیوند کرو